مدیر التعلیم جامعہ سلفیہ جناب محمد یسین ظفر کے نام جناب پروفیسر غلام نبی صاحب کا ایک مکتوب

فضیلۃ الشیخ الاخ الفاضل محمد یسین ظفر اطال اللہ بقائکم!

السلام علیکم!

بڑی آرزو تھی کہ جامعہ سلفیہ کے تعلیمی لیل و نہار کا مطالعہ کرتا اور بچشم خود مشاہدہ عین الیقین سے بہرہ مند ہوتا۔ مگر بسا آرزو کہ خاک شد جامعہ سلفیہ جماعت اہل حدیث کی تعلیمی سرگرمیوں کا عظیم اساسی مرکز ہے اس صفہ سلفیہ کے اولین اصحاب میں سے میں ایک فرد ہوں۔

جامعہ سلفیہ کے اولین تلامذہ کے اسمائے گرامی۔

۱۔ حافظ عبدالرشید گوہڑوی مدرس تقویۃ الاسلام لاہور

۲۔ مولوی عبدالرشید مدرس ریاض القرآن والحدیث مغل پورہ لاہور

۳۔ حافظ عزیز الرحمن لکھوی جامعہ ابی ہریرہ رینالہ خورد

۴۔ قاضی محمد اسلم سیف ناظم تعلیم الاسلام ماموں کانجن

۵۔ مجیب الرحمن بنگالی پروفیسر راجشاہی یونیورسٹی بنگلہ دیش

۶۔ مولوی قدرت اللہ فوق مدرس تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد

۷۔ مولوی عبداللہ سعید مدرس مدرسہ ڈھلیانہ رینالہ خورد

۸۔ غلام نبی پروفیسر گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور

ان میں سے ہر فرد نے مسلک سے گہری وابستگی قائم رکھی۔ دعوت و ارشاد

کے میدان میں اپنے اوقات و حیات کو صرف کیا۔ اور اب بھی اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنی وسعت، طاقت اور ہمت کے مطابق کلمۃ الحق کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے جہد مسلسل کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

جامعہ سلفیہ کے اولین اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی

۱۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی

۲۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی

۳۔ مولانا محمد عطا اللہ حنیف بھوجیانی

۴۔ مولانا محمد حنیف ندوی

۵۔ مولانا شریف اللہ خان

ان لوگوں کی علمی اور روحانی سرپرستی میں شیش محل روڈ لاہور پر دار العلوم تقویۃ الاسلام کی عمارت میں اس سلفی ادارے کا آغاز ہوا تھا۔ آج ان اساتذہ میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں ہے۔ سب اپنی مخلصانہ کوششوں کا صلہ پانے کے لئے اپنے رب کے دربار میں پہنچ چکے ہیں۔ فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ۔ کیا یہ تنخواہ دار ملازم تھے نہیں! یہ وہ لوگ تھے جو اس آیت قرآنی

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین

کا صحیح مصداق تھے۔ یہ سب علوم اسلام کے سچے وارث تھے۔ ان کی صبحیں اور شامیں جامعہ سلفیہ کی ترقی و عروج کے لئے وقف تھیں۔ ان کی یہ محنتیں اور مشقتیں ہی تھی کہ آج جامعہ سلفیہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا مقام رفیع پر فائز ہے اور سلفی عقیدہ و عمل کی اشاعت و ترویج میں سرگرم عمل ہے۔ یہ جامعہ سلفیہ کا سال اول تھا

دوسرے سال جامعہ سلفیہ جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد میں منتقل ہو گیا میں بھی حصول علم کا شوق دامن میں لئے ہوئے اس مسجد میں قیام پذیر ہو گیا۔ پرانے اساتذہ میں سے صرف مولانا شریف اللہ خان ہی فیصل آباد تشریف لائے۔ میری خوش نصیبی کہ یہاں پر تدریسی عملہ میں دو اصحاب کمال کا اضافہ ہوا۔ ایک سند العلماء محدث عصر حافظ محمد گوندلوی اور دوسرے عبقر دماغ نابغہ عہد مولانا محمد عبدہ تھے۔ حافظ محمد گوندلوی کے بحر بے کنار میں کشتی ڈالنا ہر کس و ناقص کے بس کی بات نہ تھی۔ ان کے حلقہ درس میں سماعت حدیث کے لئے تو بہت سے طلبہ بیٹھتے تھے۔ مگر ان سے پوری طرح استفادہ کرنا ہر کسی کا کام نہ تھا۔ کیوں کہ حافظ صاحب علم و فن اور تحقیق کے جس آسمان پر پرواز کرتے تھے۔ وہاں تک اڑ کر جانے کے لئے ہر کوئی اپنے پیروں میں ہمت نہ پاتا تھا۔ اور نہ ہی حافظ صاحب نیچی پرواز کے عادی تھے۔ ان کے تلامذہ کی فہرست میں اپنا نام تو لکھوا لیتے تھے مگر ان کے علم و فن کے صحیح وارث بہت کم ہوتے تھے۔ ان کی سند حدیث کی کیفیت ایک بادشاہ کے دربار سے کم نہ تھی۔ ان کا علم وقار، ہیبت و سطوت پوری مجلس پر چھا جاتا تھا۔ آپ ہم سے اس طرح مخاطب ہوتے جیسے کہ ہم ابن تیمیہ اور ابن حزم کے پایہ کے لوگ ہیں۔ ذخیرہ احادیث از بر ہونے کے علاوہ کتب متقدمین کی طویل عبارت تک ان کی نوک زبان پر تھیں۔ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری تو دماغ میں جلی حروف کے ساتھ نقش کر رکھی تھی۔ ان کے صحیح بخاری پر لکھے ہوئے نوٹس (ملاحظات) بہت قیمتی تھے۔ وہ ہم اپنی نوٹ بکوں پر لکھ لیتے تھے۔ اور ان سے خوب استفادہ کرتے۔ وہ نوٹس بھی بہت طویل ہوتے۔

دوران تدریس حافظ صاحب فن حدیث، فقہ اور منطق کی اصلاحات بول جاتے جو ایک طویل تشریح کی طالب ہوتیں۔ مگر ان کے لئے تو یہ روزمرہ کے محاورات بن چکے تھے۔ ذہین اور سریع الفہم طلبہ بہت محظوظ ہوتے۔ گلہائے علم سے اپنے دامن کو پُررونق کر لیتے۔ مگر کند ذہن اور بطی الفہم محو حیرت ہوتے۔ حافظ صاحب تدریس کے میدان میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ نصابی کتابیں تو ان کے لئے قصہ پارینہ میں چکی تھی۔ اب وہ خود تحقیق و اجتہاد کی منزلیں طے کرتے ہوئے تخلیق فنون کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔

دوسری خدا داد نعمت جو ہمیں میسر آئی وہ علامہ محمد عبدہ کی ذات گرامی تھی۔ تحریر و تدریس دونوں میں صحیح اور بے ذوق کے مالک تھے۔ خالص علمی انداز ان کا طرہ امتیاز تھا۔ ہم ان سے حجۃ اللہ البالغہ پڑھا کرتے تھے۔ علوم ولی اللہی میں انہیں بے پناہ تبحر حاصل تھا۔ رواں اردو میں حجۃ اللہ البالغہ کی تلخیص اس انداز سے پیش کرتے کہ ہم کتاب کی روح سے آشنا ہو جاتے۔ فن بلاغت کی اساسی کتاب دلائل الاعجاز (عبدالقاہر جرجانی) بھی ہم نے علامہ محمد عبدہ سے پڑھی۔ وہ فن بلاغت کی باریکیاں بہت عمدہ طریق سے ذہن نشین کراتے تھے۔ انہیں اس فن سے ذہنی مناسبت تھی۔ کیوں کہ وہ خود معیاری ادبی ذوق کے مالک تھے۔ مجھ میں جو ادب عربی کا کچھ ذوق ہے یہ ان کی نظر کرم کا احسان ہے۔ اب تو وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ مگر ان کا وجود مسعود دورِ حاضر کی ایک نعمت ہے۔ جامعہ سلفیہ کے طلبہ کو استفادہ کی خاطر ان سے مسلسل رابطہ قائم رکھنا چاہیئے۔

آپ کا مکتوب گرامی مجھے موصول ہوا تھا۔ مگر میں جلد اس کا جواب روانہ نہ کر

سکا- اور میں نے تو جامعہ میں اپنی آمد کے بارے میں آپ کو مطلع کیا تھا- میں وقت مدعود پر نہ پہنچ سکا- ان تمام غفلتوں اور کوتاہیوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے آپ کے سامنے شرمندہ ہوں- معذرتیں تو بہت پیش کی جا سکتی ہیں والعذر عند کرام الناس مقبول مگر نہیں ندامت کو ترجیح دیتے ہوئے سنت آدم کے دامن میں پناہ لیتا ہوں-

جہاں تک جامعہ میں میری آمد کا عنوان ہے- اس بارے میں گذارش ہے کہ عزم کی دھار بدستور تیز ہے- اپنی آمد سے پیشگی انشاء اللہ آگاہ کروں گا- ماہنامہ ترجمان الحدیث بھی مجھے موصول ہو رہا ہے- اس اعزاز پر آپ کا شکریہ- اس ماہنامے کا میں پرانا مقالہ نگار ہوں- ترجمان الحدیث کے قدیم شمارے اس حقیقت کے گواہ ہیں- پرچہ میرے گھر کے پتہ پر بھیجا جائے تو زیادہ محفوظ ہو گا- ناظم مکتبہ محمد اشرف جاوید صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ میرے پاس مولانا عبدالباری صاحب کے کچھ رسائل ہیں- ان کو دو نسخ مطلوب ہیں- تو جواباً عرض ہے کہ اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے- جب میں جامعہ میں آؤنگا تو حقیقت حال کی مزید وضاحت کر سکوں گا- سردست کچھ نہیں کہہ سکتا-

آخر میں دعا گو ہوں کہ جامعہ اسلامی علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے میدان میں دن دگن رات چوگنی برق رفتاری سے ترقی و عروج کی منازل طے کرتا ہے اور دنیا میں جماعت اہل حدیث کی سربلندی کا باعث ہو- آمین

پروفیسر غلام نبی
گورنمنٹ ڈگری کالج باغبانپورہ لاہور

گھر کا پتہ
۲۵- توحید پارک نواں کوٹ ملتان روڈ
لاہور- ۵۴۵۰۰

تعزیتی مکتوب

از پروفیسر غلام نبی
گورنمنٹ ڈگری کالج باغبانپورہ لاہور

ہفت روزہ اہل حدیث اشاعت ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء میں حافظ عزیز الرحمن لکھوی کی وفات کی خبر پڑھ کر دل و دماغ ہل کر رہ گیا۔ تکرار کے ساتھ کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر جاری ہو گیا۔ اے موت! تیرا کیسا انتخاب ہے!۔ اہل دل کی بستی کی ویرانی کا کیسا خوفناک منظر ہے۔ اس درویش صفت انسان سے سر راہ کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی تو روح کی بے قراریاں اور اضطراب روحانی تسکین میں بدل جاتا۔ جامعہ سلفیہ کے سال اول میں ہم اکٹھے ہی دار العلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور کی عمارت میں رہتے تھے۔ ایک سال ان کے ساتھ رفاقت رہی۔ دوسرے سال جامعہ فیصل آباد منتقل ہو گیا۔ اور یہ جدا ہو گئے۔ ایک دفعہ مولانا مجیب الرحمن بنگالی (آپ جو راجشاہی یونیورسٹی بنگلہ دش میں پروفیسر اور صدر شعبہ عربی ہیں) کو ملنے کے لئے بامہ بلا گیا تھا تو واپسی پر کچھ وقت کے لئے حافظ عزیز الرحمن کے ہاں رکا۔ جو لمحات بھی ان کے ساتھ گزرے وہ محبت و پیار کی اداؤں سے بھرپور تھے۔ کئی دفعہ دل میں خیال آیا کہ رسالہ خورد جا کر ان سے ملاقات کروں مگر کثرت اشغال کی وجہ سے یہ نوبت نہ آسکی۔ البتہ لاہور میں کبھی کبھی جماعتی اجتماع پر ان سے ملاقات کا اتفاق ہو جاتا۔ اس تمام بعد و فراق کے باوجود وہ میرے دل کی دنیا میں موجود رہتے۔ وہ عظیم ارادوں اور منصوبوں کے مالک انسان تھے۔ ان کی طبیعت

میں ایسا ٹھہراؤ تھا کہ میں نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہ دیکھا۔ طلبہ سلفیہ کی تنظیمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اس بارے میں ان کی خدات ناقابل فراموش ہیں۔ قاضی محمد اسلم سیف ان کے دست راست ہوتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انہوں نے رینالہ خورد کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا اور پھر ہمہ وقت اور ہمہ تن اپنے منصوبوں کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ جامعہ ابی ہریرہؓ اور جامعہ عائشہؓ ان کے قائم کئے ہوئے دو عظیم یادگار ادارے ہیں جو رہتی دنیا تک ان کے نام کو تابندگی بخشتے رہیں گے۔

یہ دنیا ایک ایسی سرائے ہے جہاں مسافروں کی آمد و رفت تسلسل سے جاری رہتی ہے۔

کل من علیها فان و یبق وجه ربک ذوالجلال والاکرام

دعا گوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو فردوس بریں کی نعمتوں سے نوازے اور اپنی مقرب ہستیوں میں شامل فرمائے۔ نیز ان کے تمام پسماندگان کو صبر و قرار کی توفیق دے۔ آمین!